امام حسن صغانی لاہوریؒ

۵۷۷ھ-۶۵۰ھ (بمطابق ۱۱۸۱ء-۱۲۵۲ء)

عبدالرشید عراقی

امام رضی الدین حسن صغانی لاہوری بن محمد بن حسن بن حیدر بن علی صاحب مشارق الانوار بلند پایہ محدث، فقیہہ اور امام لغت تھے۔ عربی النسل تھے اور ان کا تعلق قبیلہ قریش کی اس شاخ سے تھا جس میں خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے۔ جیسا کہ امام صغانی کا اپنا ایک شعر ہے

فقلتُ یا دھر سالمنی مسالمة

فانني عمری ثم صاغانی

''میں نے زمانہ سے کہا کہ میرے ساتھ صلح کرے، کیونکہ میں حضرت عمرؓ کی اولاد ہوں اور میرا وطن صغان ہے۔''

صغان ماوراء النہر کا علاقہ ہے۔ ان کے آباء و اجداد صغان سے ہجرت کر کے لاہور آ گئے تھے۔ مؤرخین نے اس بارے میں تصریح نہیں کی کہ امام صغانی کے بزرگوں میں سب سے پہلے کون لاہور آیا۔

ولادت

امام رضی الدین حسن صغانی ۵۷۷ھ بمطابق ۱۱۸۱ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ (۱)

تعلیم

امام صغانی نے تعلیم کا آغاز اپنے والد محمد بن حسن سے کیا، جو اپنے دور کے متبحر عالم اور لغت و عربیت میں یکتائے زمانہ تھے۔ اس کے بعد عراق و حجاز جا کر اساطین علم و فن سے استفادہ کیا اور اپنے وقت کے امام حدیث و لغت قرار پائے۔

جامعیت

امام صغانی علومِ اسلامیہ کے جامع تھے اور تمام علوم میں ان کو مکمل دست گاہ حاصل تھی۔ اربابِ سیر اور تذکرہ نگاروں نے ان کے علم وفضل اور صاحب کمال ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ علامہ آزاد بلگرامی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

دفنون کثیرہ تحصیل نمودو استعداد عالی بہم رسانندہ (۲)

''متعدد فنون کی تحصیل کی اور ان میں عالی استعداد بہم پہنچائی۔''

مولانا عبدالحیٔ لکھنوی لکھتے ہیں:

ذامشارکۃ تامۃ فی العلوم (۳)

''علوم میں مکمل دست گاہ رکھتے تھے۔''

لیکن حدیث، فقہ اور لغت میں یکتائے زمانہ تھے اور ان علوم میں ان کو بہت زیادہ دسترس حاصل تھی۔ مولانا سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں:

''لغت اور حدیث کے امام قرار پائے''۔ (۴)

فقہ میں ان کے صاحب کمال ہونے کا اعتراف ابن عماد نے بھی کیا ہے (۵) اور مولوی رحمان علی بریلوی نے ''فقیہہ کامل بود'' لکھا ہے۔ (۶)

حدیث نبوی ﷺ سے امام صغانی کو خاص شغف تھا اور ان کی شہرت حدیث میں ان کے صاحب کمال ہونے کی وجہ سے ہوئی۔ تذکرہ نگاروں نے حدیث میں ان کے صاحب کمال ہونے کا اعتراف کیا ہے اور ان کو ''امام حدیث'' کے لقب سے یاد کیا ہے۔ علامہ آزاد بلگرامی لکھتے ہیں:

درفقہ وحدیث وعلوم دیگر پایہ عالی داشت (۷)

''فقہ، حدیث اور دیگر علوم میں ان کا پایہ بہت بلند تھا۔''

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ:

''آپ مختلف علوم مثلاً حدیث، لغت اور فقہ کے مسلم، صاحب مہارت امام تھے''۔ (۸)

امام صغانی شعروسخن کا بھی بہت عمدہ ذوق رکھتے تھے اور خود بھی شعر کہتے تھے۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے تذکرۃ المحدثین، جلد سوم میں ان کے حالات میں ان کے کئی اشعار نقل کئے ہیں۔

برصغیر میں حدیث کی نشر و اشاعت اور امام صغانی

برصغیر (پاک و ہند) میں امام صغانی پہلے محدث ہیں جنہوں نے یہاں علم حدیث کی روشنی پھیلائی اور یہاں علم حدیث کی خدمت و اشاعت میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ:

> ''شیخ اسمٰعیل کے بعد یہاں ڈیڑھ سو برس تک اندھیرا گھپ چھایا رہا ہے۔ بالآخر ساتویں صدی ہجری کے شروع میں ''مشارق الانوار'' کے مصنف صغانی نے یہاں علم حدیث کی روشنی پھیلائی' مگر یہ روشنی گھر میں کم اور گھر کے باہر زیادہ پھیلی۔''(۹)

رحلت وسفر

۳۸ سال کی عمر میں (۶۱۵ھ بمطابق ۱۲۱۸ء) امام صغانی بغداد چلے گئے اور وہاں کے اساطین علم وفن سے استفادہ کرنے کے بعد درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ قیام بغداد کے دوران آپ حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے۔ اس وقت بغداد میں عباسی خلیفہ معتصم کی حکومت تھی۔ ۶۱۷ھ بمطابق ۱۲۲۰ء میں معتصم نے آپ کو سفیر کی حیثیت سے ہندوستان بھیجا۔ اس وقت یہاں سلطان شمس الدین التمش کی حکومت تھی۔ ۶۲۴ھ بمطابق ۱۲۲۶ء میں امام صغانی واپس بغداد چلے گئے لیکن دوسرے سال ۶۲۵ھ بمطابق ۱۲۲۷ء میں خلیفہ معتصم نے انہیں دوبارہ ہندوستان بھیجا۔ اُس وقت رضیہ سلطانہ بنت التمش فرماں روائے ہند تھی۔ لیکن بہت تھوڑے قیام کے بعد آپ دوبارہ بغداد تشریف لے گئے۔ (۱۰)

وفات

امام رضی الدین حسن صغانی نے ۱۹ شعبان ۶۵۰ھ بمطابق ۱۲۵۲ء کو بغداد میں ۷۳ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ پہلے وہیں دفن کئے گئے۔ بعد میں ان کی وصیت کے مطابق ان کی نعش مکہ معظمہ لائی گئی اور جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔ (۱۱)

تصانیف

امام صغانی بلند پایہ محدث' امام لغت اور فقیہہ تھے۔ ان کی تصانیف کمیت و کیفیت

دونوں حیثیتوں سے بہت عمدہ اور ان کے صاحب کمال ہونے کی شاہد ہیں۔

علامہ آزاد بلگرامی ان کی تصانیف کے بارے میں لکھتے ہیں:

وتصانیف غرا پرداخت [۱۲]

''شاندار اور عمدہ کتابیں تصنیف کیں۔''

محی السنۃ مولانا نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ امام صغانی کی تصانیف کے مطالعہ سے ان کے صاحب کمال ہونے کا پتہ چلتا ہے۔[۱۳]

مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے امام صغانی کی تصانیف کی تعداد ۴۱ بتائی ہے۔[۱۴] تاہم آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں:

۱) درالسحابہ فی بیان مواضع وفیات الصحابہ (صحابہ کرام کے حالات وتراجم)
۲) شرح البخاری (حدیث)
۳) الشمس المنیرہ من الصحاح الماثورہ (فن حدیث)
۴) کتاب النوادر فی اللغات (لغت)
۵) العباب الزاخر واللباب الفاخر (لغت)
۶) مجمع البحرین (لغت)
۷) مشارق الانوار

مشارق الانوار

مشارق الانوار امام صغانی کی مشہور تصنیف ہے۔ اس کتاب کی وجہ سے امام صاحب کی شہرت ومقبولیت میں بہت اضافہ ہوا۔ اس کا پورا نام ''مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ'' ہے۔

امام صاحب نے یہ کتاب عباسی خلیفہ مستنصر باللہ کے حکم پر تصنیف فرمائی اور یہی وہ کتاب ہے جو ہندوستان میں سب سے پہلے داخل نصاب کی گئی۔ مولوی سید حسن برنی مرحوم اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''امام صغانی ایک بلند پایہ مصنف تھے۔ ان کی تصانیف میں مشارق الانوار جس کا متن اور اردو ترجمہ شائع ہو چکے ہیں، بہت زیادہ مشہور اور متداول ہے۔ یہ مجموعۂ احادیث نہایت مقبول ہوا اور ہندوستان میں تو عرصہ دراز تک حدیث کی

انتہائی تعلیم کا دارومدار اس کتاب پر رہا''۔ (۱۵)

ہندوستان کے علاوہ دنیائے اسلام میں بھی اس کتاب کو اہل علم نے قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا۔ مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

''بغداد میں بیٹھ کر خلیفہ مستنصر باللہ کے نام سے مشارق الانوار نام کی حدیث کی کتاب تصنیف کی۔ علمائے محدثین نے اس کتاب کی بڑی قدر کی اور بے شمار لوگوں نے اس کی شرحیں لکھیں اور خود یہ کتاب مدارس کے نصاب میں داخل ہوگئی''۔ (۱۶)

مشارق الانوار کا شمار حدیث کی اہم اور معتبر کتابوں میں ہوتا ہے۔ اس میں درج تمام احادیث کی صحت پر علمائے کرام کا اتفاق ہے۔ خود امام صغانی اس کتاب کے بارے میں اس کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

''یہ کتاب صحت ووثوق اور اعتناء واستناد میں میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجت ہے اور یہ دنیا میں مدۃ العمر میری رفیق وانیس ہوگی اور ان شاء اللہ عقبیٰ میں میرے لئے موجب شفاعت ہوگی۔''

علامہ عزیز الدین عبداللطیف بن عبدالعزیز، جنہوں نے اس کی شرح ''معارق الازہار'' کے نام سے لکھی، وہ فرماتے ہیں کہ:

''شیخ صغانی نے اسے نہایت خوبی سے مرتب کیا ہے، اور اس کا بہت عمدہ انتخاب کیا ہے۔''(۱۷)

مولانا سید نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں:

وترتیب ایں کتاب بسیار خوب وانیق واقع شدہ (۱۸)

''اس کتاب کی ترتیب بہت اچھے اور خوبصورت طریقہ پر کی گئی ہے۔''

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں:

''علم حدیث میں مشارق الانوار جو تمام دنیا میں مشہور ومتداول ہے، اس میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سے احادیث کو انوکھی ترتیب پر منتخب کیا ہے۔''(۱۹)

مشارق الانوار میں احادیث کی تعداد ۲۲۴۶ ہے۔ یہ بارہ ابواب پر مشتمل ہے اور اکثر ابواب کے ذیل میں فصول وانواع بھی شامل ہیں۔

مشارق الانوار میں ہر حدیث کا حوالہ بھی دیا گیا ہے، جس کے لئے ''خ، م اور ق'' کی علامتیں اور رموز مقرر کئے گئے ہیں۔ ''خ'' سے صحیح بخاری، ''م'' سے صحیح مسلم

اور ''ق'' سے بخاری و مسلم (متفق علیہ) مراد ہیں۔

مشارق الانوار کی شروح

مشارق الانوار کے ساتھ علمائے حدیث نے بہت اعتناء کیا ہے۔ اس کی متعدد شرحیں اور حواشی لکھے گئے۔ مولوی سید ہاشمی فرید آبادی لکھتے ہیں :

''امام صغانی کی تالیف مشارق الانوار حدیث کی نہایت مشہور و معتبر کتاب مانی جاتی ہے۔ اس کی مقبولیت کا اس ایک واقعہ سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ دسویں صدی ہجری تک (تقریباً ساڑھے تین سو برس میں) اس کتاب کی ۲۴' ۲۵ شرحیں اور حواشی ایسے لکھے جا چکے تھے جو بجائے خود مستقل اور بلند پایہ کتابیں ہیں''۔ (۲۰)

مولوی ابو یحییٰ خان نوشہروی مرحوم لکھتے ہیں کہ:

''صحاح ستہ کے بعد سب سے زیادہ شرحیں (مشارق الانوار کی) لکھی گئیں۔''(۲۱)

مشارق الانوار کے شارحین میں شیخ مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس کا نام بھی آتا ہے۔ آپ نے چار جلدوں میں شرح لکھی۔ اس کے علاوہ مشارق الانوار کی مشہور شرح ''معارق الازہار'' ہے جو علامہ عزیز الدین عبداللطیف بن عبدالعزیز نے دو جلدوں میں لکھی۔ یہ شرح دولت عثمانیہ نے ۱۳۲۸ھ بمطابق ۱۹۱۰ء میں شائع کی۔

اردو تراجم

مشارق الانوار کا برصغیر میں کئی علمائے کرام نے اردو میں ترجمہ کیا۔ ذیل میں چند ایک اردو تراجم کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

مشارق الانوار کا سب سے معروف اردو ترجمہ اور شرح ''تحفۃ الاخیار'' ہے جو ہندوستان میں حدیث کی کسی کتاب کا سب سے پہلا ترجمہ ہے۔ مترجم کا نام مولانا خرم علی بلہوری ہے۔ مولوی ابو یحییٰ امام خان نوشہروی نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ:

''کتب حدیث کا سب سے پہلا اردو ترجمہ یہی ''تحفۃ الاخیار'' ہے۔'' (۲۲)

مولانا عبدالحلیم چشتی مرحوم نے بھی اپنے ایک مضمون میں اعتراف کیا ہے کہ:

''مشارق الانوار کا ہندوستان میں سب سے پہلا اردو ترجمہ ''تحفۃ الاخیار'' ہے''۔ (۲۳)

تحفۃ الاخیار سب سے پہلے ۱۲۴۹ھ بمطابق ۱۸۳۳ء میں مطبع محمدی لکھنؤ سے شائع ہوا اور آج تک اس کے سولہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

مشارق الانوار کا دوسرا اردو ترجمہ مولانا الٰہی بخش بڑاکری بہاری نے کیا، جس کا نام "تبصرة الاخبار فی تخریج الآثار" رکھا۔ ایک اور اردو ترجمہ مولانا سید عبد الغفور غزنوی امرتسری نے کیا جس کا نام "مشکوٰۃ الانوار لتسہیل مشارق الانوار" ہے اور یہ ترجمہ مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوا۔

حواشی

(۱) مقالات سلیمان، ج ۲، ص ۴
(۲) مآثر الکرام، ج ۱، ص ۱۸۱
(۳) الفوائد البہیہ، ص ۲۹
(۴) مقالات سلیمان، ج ۲، ص ۴
(۵) شذرات الذہب، ج ۵، ص ۲۵۰
(۶) تذکرہ علمائے ہند، ص ۴۸
(۷) مآثر الکرام، ج ۱، ص ۱۸۱
(۸) تاریخ اہل حدیث، ص ۳۸۲
(۹) مقالات سلیمان ج ۲، ص ۴
(۱۰) نزہۃ الخواطر، ج ۱، ص ۱۳۷، ۱۳۸
(۱۱) اتحاف النبلاء، ص ۲۴۳
(۱۲) مآثر الکرام، ج ۱، ص ۱۸۱
(۱۳) اتحاف النبلاء، ص ۲۴۳
(۱۴) تذکرۃ المحدثین، ج ۳، ص ۲۶ تا ۳۶
(۱۵) معارف اعظم گڑھ، جولائی ۱۹۲۹ء، ص ۷، ۸
(۱۶) مقالات سلیمان ج ۲، ص ۴، ۵
(۱۷) تذکرۃ المحدثین، ج ۳، ص ۴۳
(۱۸) اتحاف النبلاء، ص ۱۴۷
(۱۹) تاریخ اہل حدیث، ص ۳۸۲
(۲۰) تاریخ ہند، جلد دوم، ص ۲۶۲
(۲۱) معارف اعظم گڑھ، دسمبر ۱۹۴۷ء، ص ۴۳۹
(۲۲) ایضاً، ص ۴۴۷
(۲۳) معارف اعظم گڑھ، جون ۱۹۵۷ء، ص ۴۴۴

☆ ☆ ☆

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں